جناب محمد حفیظ اللہ پھلواروی ۔ کراچی

مسلم شاہانِ پاکستان و ہند کی رواداری

مسلمان بادشاہوں نے جس شان و شوکت کے ساتھ برصغیر پاکستان و ہند پر حکومت کی اسے تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ ان کی حکومت کی نمایاں خصوصیت رعایا کی فلاح و بہبود خوش حالی و فارغ البالی اور مذہبی رواداری تھی۔ یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ مسلم شاہانِ برصغیر کے دورِ حکومت میں اس کی سرزمین خیر و برکت سے معمور تھی اور میجر کے الفاظ میں رعایا کی خوشحالی اور دولت مندی کے اعتبار سے بھی مسلمانوں کا دورِ حکومت سونے کے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

ٹیورنیر، کیپٹن ہاکن، سرٹامس رو، سرجان لنکاشر مسلم فرمانروایانِ ہند و پاکستان کے زمانے میں آئے تو یہاں کی رعایا کی خوشحالی، دولت اور فروغ کو دیکھ کر حیرت میں آگئے۔ یہاں کے بے شمار خزانے، سونا، چاندی، زیورات اور موتیوں کو دیکھ کر مشہور سیاح کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ ہند و پاکستان کے عظیم الشان شہروں کو دیکھ کر انگلستان کے لوگ مرعوب ہوتے تھے۔

اوون سڈنی کا بیان ہے کہ جہانگیر کے عہد میں برصغیر ہند و پاکستان کے باہر کی دنیا جس میں یورپ بھی داخل ہے۔ سلطنتِ مغلیہ کے شاندار نظامِ حکومت کو دیکھ کر عش عش کرتی اور مرعوب ہو جاتی تھی۔

جنوبی ہند کا ایک نامور اہلِ قلم ونکٹا راجھگوان کا بیان ہے کہ مسلمانوں کے دورِ حکومت میں جو یورپین سیاح ہندوستان آتے رہے ہیں۔ ان سب نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اس وقت ہندوستان ہر لحاظ سے ترقی یافتہ تھا اور ملک کا نظم و نسق عمدہ اور مستحکم تھا۔ مختلف صنعتیں ترقی کر رہی تھیں اور غیر ملکوں کے ساتھ تجارت نے اس ملک کے باشندوں کی خوشحالی کو قابلِ رشک بنا دیا تھا۔

ان تاریخی شہادتوں کی موجودگی میں مسلمانوں کے دورِ حکومت کو انگریزوں کے دورِ حکومت

کے درجہ میں رکھنا اور اس مفروضہ کی بنیاد پر ہندوستانی مسلمانوں کے خلاف غلط فہمیاں پھیلانا تاریخ کو جھٹلانا ہی نہیں بلکہ ملک کو نقصان پہنچانا بھی ہے۔

اگر تعصب سے بالاتر ہو کر دیکھا جائے تو ہندوستان کا مسلم دورِ حکومت اس ملک میں ایک قومی حکومت کی حیثیت رکھتا تھا۔ اور مسلم حکمرانوں کی حیثیت سے نہیں بلکہ سچے محبانِ وطن کی حیثیت سے اس ملک کو ترقی دی تھی اور اسطرح مسلم دورِ حکومت کی تکذیب کرنا خود اپنی خوبیوں پر پانی پھیرنے کے ہم معنی ہے۔

بقول پروفیسر وی۔ اے۔ اسمتھ دوسری قومیں ہندوستان میں آکر تھوڑے دنوں تک حکمرانی کے بعد ہندو قوم میں جذب ہو گئیں اور ان کی کوئی اپنی قومیت نہ رہی، لیکن برخلاف اس کے پروفیسر ایل مکرجی کے بیان کے مطابق مسلمان جب ہندوستان میں آئے تو اپنا ایک تمدن لائے جس نے ملک کو بے حد متاثر کیا۔

مسلم شاہانِ ہندو پاکستان کی غیر مسلم رعایا کا مذہب، ان کی جانیں، ان کی دولت و جائداد اور ان کی عزت و آبرو، غرض ہر چیز محفوظ تھی۔ نیز وہ اعلیٰ سے اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے — مذہبی تفریق نام کے لئے بھی نہ تھی۔

مشہور ہندو مؤرخ پروفیسر ایشوری پرشاد کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں ہندوستان پر مسلمان بڑی رواداری کے ساتھ حکومت کر رہے تھے، اسی زمانہ میں رومن کیتھولک غیر مذاہب کے لوگوں پر بڑے بڑے مظالم اور سفاکیاں کر رہے تھے۔ خیالات کی آزادی اور مذہبی حریت کا تو گلا ہی گھونٹ دیا تھا۔ لیکن مسلمانوں کا سلوک مغربی اقوام کے مقابلہ میں کہیں بہتر تھا۔ مسلمانوں نے مذہبی معاملات میں کبھی جبر سے کام نہیں لیا۔

یہ انتہائی ناانصافی کی بات ہے کہ مسلمان بادشاہوں کو بدنام کرنے کے لئے کسی واقعہ کو غلط صورت میں پیش کر کے عام انداز میں یہ کہا جائے کہ مسلمانوں کے عہد میں غیر مسلموں کو نہ مذہبی آزادی حاصل تھی نہ مساوی حقوق حاصل تھے، اور نہ ان کی عزت آبرو محفوظ تھی۔ نیز ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا جاتا تھا۔ وہ زبردستی مسلمان بنائے جاتے تھے، اور ان کے عبادت خانے مسمار کر دئیے جاتے تھے۔ حیرت ہے کہ یہ لغو اور بے سروپا الزامات ان مسلمان بادشاہوں پر لگائے جاتے ہیں۔ جنہوں نے ہندوستان کو اپنا وطن سمجھا اور یہاں کی مذہبی زندگی اور خیالات میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا، جنہوں نے ہندوؤں کو بڑے بڑے عہدے عطا کئے، جنہوں نے ہندوؤں کے عبادت خانوں

کے لئے بڑے بڑے وقف جاری کئے، جنہوں نے ہندوؤں کو نہتا نہیں کیا، بلکہ اسلحہ رکھنے کی عام اجازت دی جنہوں نے ہندوؤں کی مذہبی کتابیں پڑھیں اور ان کی فراہمی اور حفاظت میں کوشش بلیغ کی، جنہوں نے ہندوؤں کے علوم و ادب کو فروغ دے کر ان کو دنیا سے روشناس کرایا جنہوں نے صدیوں تک ہندوستان میں حکومت کی اور جو اپنے عدل و انصاف، پاکیزہ نظم و نسق اور مذہبی رواداریوں کے غیر فانی نقوش اپنے بعد چھوڑ گئے۔

مسلم دورِ حکومت میں مسلمانوں کیطرح غیر مسلم اقوام کو بھی اپنے فرائض مذہبی کے ادا کرنے میں پوری آزادی حاصل تھی۔ مذہبی تیوہار، قدیم دستور کے مطابق دھوم دھام اور شان و شوکت سے منائے جاتے تھے اور مسلمانوں کی جانب سے کسی قسم کی روک ٹوک نہ تھی۔ الہ آباد کے پنڈت سندر لال صاحب "بھارت میں انگریزی راج" میں لکھتے ہیں:

> "دلی کے مغل دربار کے اندر ہندو اور مسلمانوں کے خاص خاص تیوہار برابر جوش و خروش کے ساتھ منائے جاتے تھے۔"

مخالفین اور موافقین مؤرخین کی مستند تاریخوں کی ورق گردانی کر جائیے۔ ایک واقعہ بھی ایسا نظر سے نہ گذرے گا جس سے یہ ظاہر ہو کہ ہندوؤں نے سرزمین ہند میں اپنی غالب اکثریت کے باوجود من حیث القوم مسلمان حکمرانوں کے خلاف کوئی مذہبی بغاوت کی ہو۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس زمانہ کے ہندو مسلم دورِ حکومت سے پوری طرح مطمئن تھے۔ ان کو مسلم دورِ حکومت سے کوئی شکایت نہ تھی۔ اورنگ زیب عالمگیرؒ کی زندگی کے آخری ۲۵ سال دکن میں گذرے، اور وہاں وہ مصروف جنگ رہا، لیکن اس کے دار السلطنت میں نہ ہندوؤں نے بغاوت کی اور نہ کوئی شورش پیدا ہوئی۔

بعض متعصب اور تنگ دل اہل قلم خود ساختہ کہانیوں کی تلاش میں رہتے ہیں، جن میں واقعات اور تاریخ کی طرف سے آنکھیں بند کر کے گزشتہ دور کے عدل و انصاف اور رواداری کے خلاف خوب زہر اگلا جاتا ہے، اور تاریخ کی صورت کو زیادہ سے زیادہ مسخ کر کے پیش کیا جاتا ہے۔ چنانچہ غیر مسلم رعایا کو جو مسلمانوں کی سلطنت میں آسودہ اور خوشحال تھی، مظلوم اور جبر و استبداد کی شکایت کا شکار بنا کر دکھایا جاتا ہے۔ تاکہ اسطرح شاہان ہند و پاکستان کو بدنام اور رسوا کیا جائے۔ یہ طریق کار مذموم ہی نہیں، بلکہ کھلی ہوئی بد دیانتی ہے۔

مسلم دورِ حکومت کی تاریخ کے مطالعہ کے بعد کوئی بھی منصف مزاج شخص یہ نہیں کہہ سکتا

کہ کسی زمانہ میں بھی اپنے دورِ حکومت میں فرقہ پرستی یا مذہبی تنگ نظری سے کام لیا، بلکہ اگر بغور دیکھا جائے تو ان کا دورِ حکومت زمانہ حاضرہ کی اکثر و بیشتر جمہوری اور لادینی حکومتوں سے بھی بہتر تھا۔ اگر مسلمان اسطرح رواداری سے کام نہ لیتے تو یہ ناممکن تھا کہ وہ پورے ایک ہزار برس تک برعظیم پاک و ہند کی اکثریت پر اس امن و امان کے ساتھ حکومت کر سکتے ـــــ ہندوستان کے مؤرخ لالہ ایشوری پرشاد کا کہنا ہے کہ :

"اگر مسلمان تنگ نظری اور فرقہ پرستی سے کام لیتے تو وہ اتنی طویل حد تک ہندوستان پر حکومت نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ مسلم اقلیت ہندو اکثریت پر ظلم اور زیادتی کرے اور اکثریت اُسے صدیوں تک برداشت کرتی رہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی پالیسی اوّل سے لیکر آخر تک رواداری پر مبنی رہی ہے۔ انہوں نے ہندوؤں کے معاملات میں کبھی مداخلت نہیں کی۔ کسی ایک ہندو کو بھی محض ہندو ہونے کے جرم میں نہیں ستایا، بلکہ مسلمان بادشاہوں نے ہمیشہ اس بات کی کوشش کی کہ وہ اس ملک کے غیر مسلموں کی ہمدردیاں زیادہ سے زیادہ حاصل کریں۔"

بنگال کے مشہور اہلِ قلم اچاریہ پرفلا چندر رائے اپنے ایک محققانہ مضمون میں لکھتے ہیں کہ :ـــــ

"بیسویں صدی سے پہلے کا ہندوستان ایک ایسا ہندوستان تھا جس میں فرقہ پرستی اور مذہبی تعصب کا نام و نشان تک نہ تھا۔"

چنانچہ الفنسٹن لکھتا ہے : "علاؤ الدین خلجی کہا کرتا تھا کہ مذہب کا ملک کی حکومت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ مذہب صرف انسان کی نجی زندگی سے تعلق رکھنے والی چیز ہے، بلکہ سچ پوچھئے تو یہ قلبی سکون کا ایک ذریعہ ہے۔"

آگے چل کر پرفلا صاحب لکھتے ہیں کہ : "چودھویں صدی عیسوی تک مسلمانوں کی حکومت نہ صرف شمالی ہند میں بلکہ دکن میں بھی اچھی طرح جم گئی تھی۔ اس زمانہ سے لے کر بیسویں صدی کے شروع تک (یعنی انگریزوں کی آمد تک) چھ سو برس کی ہندوستان کی تاریخ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس طویل زمانہ میں اس ملک کے اندر تعصب یا فرقہ پرستی کا کہیں نام و نشان تک نہ تھا۔ یہ بات بظاہر بڑی عجیب معلوم ہوگی، لیکن بات یہی ہے کہ تعصب اور تنگ نظری ابھی حال ہی کی پیداوار ہے جس

کا سیاسی اغراض کے لئے سہارا لیا گیا۔

مسلمانوں کے دورِ حکومت کا عمومی جائزہ لیتے ہوئے مشہور انگریز مورخ الفنسٹن اپنی کتاب "ہسٹری آف انڈیا" میں لکھتا ہے کہ:

"بعض مسلم حکمرانوں کے زمانہ میں ہندوؤں کو جزیہ تو دینا پڑتا تھا۔ لیکن مسلمان ان کے مذہب اور مذہبی فرائض کی ادائیگی میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالتے تھے۔ انہیں مذہبی اختلاف کی بناء پر کوئی تکلیف نہیں دی جاتی تھی۔ ہندو فوجوں کے بڑے بڑے افسر اور دیوانی نیز مالی محکموں کے ذمہ دار عہدوں پر مقرر کئے جاتے تھے۔"

مسلمانوں کی حکومت غیر ملکی نہیں تھی | مسلمانوں نے برّصغیر ہندو پاکستان میں زبردست حکومتیں قائم کیں۔ انہوں نے اپنی حکومت کے استحکام کے لئے خود مسلمانوں سے بھی لڑائیاں لڑیں اور اپنے رشتہ داروں کا خون بھی بہایا، لیکن مسلم حکمرانوں نے تاج و تخت کے لئے کبھی مسلم اور غیر مسلم کی تفریق پیدا نہیں کی۔ سچ تو یہ ہے کہ مسلمانوں نے ہندو پاکستان پر مسلمان بن کر حکومت نہیں کی بلکہ بادشاہ بن کر وہ حکمران رہے۔ انہیں برّصغیر کی سرزمین سے محبت تھی اور اس ملک کو چھوڑنے یا نقصان پہنچانے کا خیال ان کے دل میں کبھی نہیں پیدا ہوا۔ بقول سر ولیم بنٹک سابق وائسرائے ہند "جو ممالک مسلمانوں نے فتح کئے ان میں وہ رہ پڑے۔ انہوں نے وہاں کے باشندگان کے ساتھ   کی اور انہیں جملہ حقوق دئے۔ فاتح اور مفتوح کے منافع اور ہمدردیاں ایک ہو گئیں۔"

لالہ راجپت رائے کے بیان کے مطابق: "یہ کہنا صحیح نہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت ایک غیر ملکی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمان حملہ آور نسلاً غیر تھے، لیکن ہندوستان میں آباد ہوتے ہی انہوں نے اس ملک کو اپنا وطن بنا لیا۔" چنانچہ مسلمان یہاں آ کر آباد ہوئے اور اسی سرزمین میں انہوں نے مرنا پسند کیا۔

شاہانِ ہند و پاک نے مسلمانوں سے بھی جنگ کی | تاریخ کے پڑھنے والوں سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ مسلم شاہانِ ہند و پاکستان کے ہندو راجاؤں اور مسلمان حکمرانوں دونوں ہی سے جنگ کی۔ اور جنگوں میں بدعنوانیاں بھی ہوئیں۔ لیکن جنگ کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ دہلی کی مرکزی سلطنت کو تسلیم کر لیں۔ اس نقطۂ نظر کے ماتحت انہوں نے جہاں ہندو ریاستوں کو شامل کرنے کی کوشش کی، وہاں نہ صرف پورے دکن کی مسلم ریاستوں کو پامال کر دیا۔ بلکہ افغانستان تک کو نہ چھوڑا۔

لیکن جب ہندو یا مسلم حکمرانوں نے سلطنت دہلی کی مرکزیت تسلیم کر کے شاہانِ ہند کی اطاعت قبول کر لی تو پھر وہ ان کے دوست بن گئے، اور ان کو ان ہی کے علاقہ کی حکمرانی عطا کر دی گئی ۔ اور باج گزار ریاستوں میں نہ اسلحہ کی ضبطی کا حکم صادر کیا گیا اور نہ مذہبی امور میں مداخلت کی گئی۔

جنگ میں کشت و خون اور انہدامات | اس سے انکار نہیں کہ کہیں کہیں مندر بھی ٹوٹے اور ہندوؤں کی جانیں بھی گئیں، مگر کن موقعوں پر ۔۔؟ جنگ کے زمانے میں امن کے زمانے میں ہرگز کوئی مندر نہیں توڑا گیا، اور نہ ہندو قتل کیا گیا۔ جنگ میں کشت و خون اور انہدامات ہوا ہی کرتے ہیں۔

کیا اس سے کوئی انکار کرنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ گجرات میں جین اور برہمن ایک دوسرے کے دشمن نہ تھے، اور دونوں فرقے آپس میں کشت و خون اور ایک دوسرے کے عبادت خانوں کو مسمار نہیں کرتے تھے ۔۔؟ کیا اس سے انکار ممکن ہے کہ بودھ مذہب کے پیروؤں نے ہندوؤں کے عبادت خانوں کو مسمار نہیں کیا ۔۔؟

شنکر اچارج نے ہزاروں بودھ مت والوں کو تہ تیغ اور اس کے معابد کو ملیامیٹ نہیں کر ڈالا ۔؟ کیا راجہ رام چندر نے لنکا کو جلا کر سیاہ نہیں کر دیا ۔؟

این گناہیست کہ در شہر شما کنند

جناب تلسی رام صاحب لکھتے ہیں :

"جب لنکا فتح ہوا تو اس کی تاخت و تاراج سے بے انتہا سونا، چاندی، جواہرات حاصل ہوئے ۔ قیدیوں میں سے ہر ایک نبرد آزما کے حصہ میں کئی کئی مرد و عورت آئے پھر اس شہر کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا گیا۔ بہت سے شودر خاندان ان مفتوح عورتوں کی اولاد ہیں، جو فاتحوں سے پیدا ہوئے ۔ (واقعات ہند ذکر مہاراجہ رام چندر جی)

لالہ بابو رام لکھتے ہیں :

"سنہ عیسوی ۵۷ برس پیشتر مہاراجہ بکرم نے جس کو بیر بکرماجیت کہتے ہیں، ظہور پایا اور بڑا عالی شان راجہ مہاراجہ ہوا، کشمیر وغیرہ تک اپنی عملداری کر لی اور بودھ مت والوں کو قتل کر ڈالا، اور بالکل نیست و نابود کر دیا۔ (مختصر سیر گلشن ہند ص ۱۳)

بابو شیو پرشاد لکھتے ہیں :

"برہمنوں نے بودھ راجاؤں کو دید ذات اور راکس ٹھہرا کر بودھوں کا نام تک لکھنا تحریر پستکوں میں لازم نہیں سمجھا، اور اسی طرح بودھ کے مذہب والے مورخوں نے

برہمنوں کے راجاؤں کا تذکرہ اپنی کتابوں میں قلم بند کرنا فضول اور بے مصرف جانا۔ بودھ مذہب والوں نے برہمنوں کی کتابیں خاک میں ملائیں اور برہمنوں نے بودھ والوں کی پوتھیاں غارت کر ڈالیں۔" (جام جہاں نما، جلد ۲ مطبوعہ ۱۸۶۰ء)

شیو پرشاد صاحب لکھتے ہیں:

بودھ پرست جو رہ گئے تھے، سب ہندوستان سے نکالے گئے یا وید کے پیرو بنائے گئے۔ بودھ کے متر اور متر اور مندر سب توڑے گئے اور متر کئے گئے۔ ان کی جگہ پر شیو کی مورت قائم ہوئی۔ ان کلیوں نے بودھوں کو مار مار کر نکالنا شروع کیا۔ (آئینہ تاریخ نما)

لالہ راجپت رائے تحریر فرماتے ہیں:

"بشپ متر کے وقت میں بودھ مذہب کے ساتھ بہت سختی ہوئی۔"

تاریخ ہند میں لکھا ہے:

"کہا جاتا ہے کہ بشپ متر نے بہت سے بدھ متر و مندر جلائے۔"

"نویں صدی عیسوی میں بودھوں کے مقلد ہند سے جبراً نکال دئے گئے۔"

ٹاڈ راجستان میں لکھا ہے،

"ہندوستان میں جب جین مذہب کی حکومت تھی تو ہندوؤں پر جزیہ لگایا گیا۔"

ٹاڈ راجستان کے حاشیہ پر درج ہے:

سنہ ۵۸۱ء میں پرمشیور کی مرضی سے ہندوؤں کی حکومت ترشک لوگوں کے ہاتھ میں چلی گئی۔ ہندوؤں کو جزیہ سے پالا پڑا۔ ہندوؤں پر قوم جین اور دوسروں نے بڑے بڑے تشدد کئے۔ اہل جین کے جور و ظلم اس قدر بڑھ گئے تھے کہ مہادیو جی کو شنکر اچارج کے قالب میں اتار لینا پڑا۔ جینی مغلوب اور برباد ہوئے۔ شہر بنارس کو جین مذہب سے نجات ملی۔ اندر نے وترا کو قتل کیا، شہر پر قبضے کئے اور گاؤں کے گاؤں تہ و بالا کر دئے۔ (رگوید صہ ۳۷)

متعصب غیر مسلم اہل قلم کا غلط پراپیگنڈہ | یورپ کے بعض متعصب مؤرخین اور اہل قلم ہمیشہ اپنی تصنیفوں اور تحریروں میں مسلم شاہان ہند و پاکستان کے متعلق بے بنیاد اور جھوٹے واقعات درج کر کے انہیں ہندوؤں کا دشمن ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ ان کے پراپیگنڈے کا یہ اثر ہوا کہ ہندوستان کے متعصب اور تنگ دل ہندو مصنفین نے بھی اُن من گھڑت واقعات کو

جن کا صحیح تاریخ سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ اپنی کتابوں اور تحریروں میں تذکرہ شروع کر دیا۔ چنانچہ اسکول اور کالج کے نصاب میں ایسے واقعات کثرت سے درج ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوؤں کے دماغ میں یہ بات جم گئی کہ ہندوستان کے مسلمان بادشاہ بڑے متعصب اور ظالم تھے اور انہوں نے ہندوؤں پر بڑے بڑے ظلم ڈھائے اور ان کے مذہب کو بہت نقصان پہنچایا۔ ہندو مسلمان نفاق کی ذمہ داری بڑی حد تک یہی نصاب کی کتابیں ہیں جو ہندوستان کے اسکول اور کالج میں پڑھائی جاتی رہیں۔ اس قسم کی کتابوں کے مصنفین کا واحد مقصد یہ ہے کہ مسلم شاہان ہند پر جا و بے جا حملے کریں اور ان پر تعصب اور بت شکنی کے الزامات لگائیں، تاکہ ہندوؤں کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت اور انتقام کے جذبات پیدا ہوں۔

جناب چوہدری چھوٹو رام (سابق وزیر متحدہ پنجاب) نے اپنے ایک مضمون میں تحریر فرمایا تھا

> ہندوستان کی تاریخ کی جو کتابیں ہمارے اسکولوں میں مروج ہیں، وہ بڑی غیر مکمل یا غلط پیرایہ میں لکھی گئی ہیں اور ان کے پڑھنے سے ہمارے نوجوانوں کے دلوں میں ایسا زہر پیدا ہو جاتا ہے جس کا کوئی توڑ ڈھونڈنا مشکل ہے۔ ان کتابوں کے پڑھنے سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے دلوں میں باہمی کشیدگی، تلخی، تعصب، اور تنگ دلی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ یہ کتابیں تاریخی واقعات کو ایسے پیرایہ میں بیان کرتی ہیں جیسے کہ مسلمان بادشاہوں کے دل و دماغ، حق نوازی، انصاف پسندی، رعایا پروری اور رواداری کے جذبات سے بالکل خالی تھے، حالانکہ یہ بات غلط ہے۔

(باقی آئندہ)

دیانتداری اور خدمت ہمارا شعار ہے

ہم اپنے ان ہزاروں کرم فرماؤں کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے

پستول مارکہ آٹا پسند فرما کر ہماری حوصلہ افزائی کی ہے۔

ہمیشہ پستول مارکہ آٹا استعمال کیجئے جسے آپ بہتر پائیں گے۔

نوشہرہ فلور ملز جی ٹی روڈ نوشہرہ ۔ فون نمبر 126